قائداعظم - آزادی صحافت

ڈاکٹر غلام شبیر
شعبہ ابلاغیات اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

کسی بھی معاشرہ میں صحافت کی اہمیت و افادیت مسلمہ ہے۔ پاک و ہند کی تاریخ و سیاست پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ آزاد ہندوستان و پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں اخبارات نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں ہندو اخبارات کے کردار کے حوالہ سے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں۔

> ''برعظیم کی تقسیم میں اردو صحافت نے نمایاں حصہ لیا۔ بالخصوص ہندو صحافت نے۔ بظاہر یہ بیان عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بھی ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے جسے کوئی صحافتی مورخ نہیں جھٹلا سکتا، ہندو پریس مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا رہا۔ جس سے مسلمانان برصغیر پاک و ہند کی رائے عامہ علیحدگی کے حق میں ہموار ہوتی چلی گئی۔ اگر ہندو صحافت پاکستان کا نام نہ اچھالتی اور قومی زاویہ نگاہ سے سیاسی مسائل پر اظہار خیال کرتی تو شاید پاکستان اتنی جلدی نہ بنتا۔ لیکن ہندو پریس کے منفی اور زہریلے پروپیگنڈے نے مسلمانوں کو یقین دلا دیا کہ اکثریت سے فائدے یا انصاف کی توقع ممکن نہیں اور مسلمانوں کا راستہ متعین ہوگیا۔''(1)

قرارداد لاہور کے بعد ہندوستانی اخبارات کو ترجمان کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اول نیشنلسٹ پریس کے اخبارات جو کانگریسی نقطہ نظر کے حامی تھے۔ مثلاً ''پرتاپ'' (1919ء)، بندے ماترم (1920ء)،''ملاپ''(1923ء) ''ویربھارت'' (1928ء) دوم۔ ایسے اخبارات جو برصغیر پاک و ہند میں انگریز حکومت کے استحکام کے لئے کوشاں تھے۔ آزادی کی تحریک کی مخالفت

کرر ہے تھے۔ ان میں ''ٹریبون''، ''نیشنل کال''، ''بمبئی کرانیکل'' سرفہرست تھے۔ جبکہ ''زمیندار'' (1906ء)، ''کامریڈ'' (11 مئی 1911ء) ''الہلال'' (13 جولائی 1912ء) ''ہمدرد'' (23 مارچ 1913ء) ''انقلاب'' (4 جولائی 1927ء)، ''احسان'' (1934ء) ''شہباز'' (1938ء)، ''جنگ''، (1940ء) ''نوائے وقت'' (1940ء)۔ اخبارات آزادی کی تحریک اور مسلم لیگ کی حمایت میں تھے۔

> ''مسلمان اخباروں کے بھی دو گروہ تھے۔ ایک نیشنلسٹ زاویہ نگاہ کا حامی اور دوسرا مسلم لیگ کا ۔ مؤخرالذکر اخباروں میں کچھ اختلافات بھی تھے۔ جو زیادہ تر لیگ کی صوبائی قیادت سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن جہاں تک برعظم کے مسلمانوں کے سیاسی نصب العین کا تعلق تھا۔ سب متفق الرائے تھے۔ اس دور میں نیشنلسٹ گروہ کے مسلمان اخباروں کا دائرہ اثر اتنا محدود ہوکر رہ گیا کہ انہیں کوئی بھی نہیں پوچھتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کانگریس مسلمانوں کے مطالبات قبول کرنے پر کبھی راضی نہ ہوئی۔ کانگریس اصلاً ہندو جماعت تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ہندو اخبار مسلمانوں کے جذبات مسلسل مجروح کرتے رہے۔ ان حالات میں مسلمان نیشنلسٹ گروہ کے اخباروں کی بات سننے کے روادار نہ تھے۔ اب رائے عامہ کی ترجمانی صرف علیحدگی پسند بلکہ پاکستان پسند اخبار ہی کرتے تھے۔ اور بلاشبہ ان اخباروں نے بڑی دلیری اور ہمت سے کام لیا اور اس طرح پاکستان کو خیال سے حقیقت میں بدل دیا۔''(2)

قائداعظم محمد علی جناح کی نظر میں صحافت کا کیا مقام رہا ہے؟ قائداعظم محمد علی جناح نے اخبارات کو کس پالیسی پر کاربند کیا ہے؟ صحافت کے علاوہ صحافیوں کے صحافتی نظریات کیا تھے۔ اس تحقیقی مقالہ میں ایسے ہی سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ آزادی اظہار انسان کا بنیادی حق ہے۔اس کی ایک صورت آزادی صحافت بھی ہے ۔آزادی صحافت کے بارے میں مولانا محمد علی جوہر کا کہنا ہے۔

> '' آزادی صحافت کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو خبریں فراہم کرنے کی آزادی ہو

دوسرے انہیں چھاپنے اور نشر کرنے کی آزادی ہو۔ تیسرے ان کی تشریح اور تاویل کی آزادی ہو۔ اور چوتھے یہ کہ ہر مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کو پیش کر کے رائے کے اظہار کی آزادی ہو۔ آزادی ہمیشہ ذمہ داریوں سے عبارت ہے۔ اور مطلق مادر پدر آزادی کا دنیا میں کہیں وجود نہیں ہے۔ یہی حال آزادی صحافت کا بھی ہے۔'' (3)

محمد علی جناح نے چونکہ زیادہ تر وقت برطانیہ میں گزارا تھا وہاں کا پریس خصوصاً اخبارات خاصے آزادخیال تھے۔ جناح پریس کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ جب وہ اعلیٰ تعلیم کے بعد واپس ہندوستان آئے اور یہاں آکر پہلے ملازمت، وکالت اور بعدازاں سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو انہیں احساس ہوا کہ یہاں کا پریس خاصا برطانوی حکومت کے دباؤ کا شکار ہے۔ یہی انگریز سرکار جو برطانیہ میں پریس کی آزادی کی خواہاں ہے ہندوستان میں کسی صورت پریس کو آزادیِ اظہار دینے کو تیار نہیں۔ اقبال احمد صدیقی قائداعظم کی تقاریر و بیانات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''قائداعظم رائے عامہ ہموار کرنے کے حوالہ سے پریس کے کردار سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ آزادی اظہار کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ 21 اکتوبر 1916ء میں احمد آباد میں ایک کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے آپ نے پریس ایکٹ اور ڈیفنس ایکٹ کے نفاذ پر زبردست تنقید کی تھی۔'' (4)

انگریز سرکار کی طرف سے جب ہندوستان میں پریس ایکٹ اور ڈیفنس ایکٹ کا قانون فوری طور پر نافذ العمل ہوگیا تو قائداعظم نے اس پر باقاعدہ احتجاج ریکارڈ کراتے ہوئے زبردست تنقید کی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم پریس پر زیادتیوں کے حوالہ سے 19 ستمبر 1918ء کو امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

''میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں چاہوں گا کہ کوئی ایسا مجرم جو بغاوت کا مرتکب ہو جس نے معاشرہ میں بے چینی پیدا کی ہو یا نسلی منافرت پھیلائی ہو، قانون کی گرفت سے بچا رہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں آپ سے یہ اصرار بھی کروں گا کہ بے

قصور اور بے گناہ لوگوں کو تحفظ فراہم کریں جو اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہیں وہ حکومت پر بے باکی اور دیانتداری سے نکتہ چینی کر کے حکومت اور عوام دونوں کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کی جانب سے نکتہ چینی پر حکومت کی رہنمائی اور اس کی معلومات میں اضافہ کا موجب ہوتی ہیں اور یہ صرف پریس ہی بہ احسن و خوبی اپنے فرائض انجام دے سکتا ہے بشرطیکہ غیر جانبداری اس کا طرۂ امتیاز ہو۔''(5)

اس موقع پر آپ نے ایک قرار داد کے ذریعے ایک کمیٹی کے قیام کی تجویز پیش کی جو پریس ایکٹ (1910) کے صحافت پر اثرات کی تحقیقات کرے۔ آپ نے پریس ایکٹ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ:

''مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ اس قانون کو انتہائی غیر محتاط طریقے سے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس ایکٹ کا غلط استعمال ناگزیر تھا۔ سرکاری اہلکاروں کو اندھا دھند اختیارات دیتے وقت یہ امر پیش نظر ہونا چاہیے کہ وہ بھی انسان ہیں ان کے اپنے تعصبات ہوتے ہیں۔ یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اس قانون کی کوئی اپیل نہیں ہے' اس کا فیصلہ حتمی ہے۔ میں بغاوت پھیلانے یا فرقہ ورانہ نفرت کو ہوا دینے والوں کا دفاع نہیں کرنا چاہتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں کہتا ہوں کہ بے قصوروں کا تحفظ کیجئے جو آزادی اور دیانتداری سے حکومت پر تنقید کر کے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں اور جن کی تنقید حکومت کے لئے تعلیم کا درجہ رکھتی ہے۔''(6)

قائد اعظم آزادی تحریر و تقریر کے زبردست حامی تھے۔ ایک مرتبہ غیر مسلم صحافی دیوان سنگھ مفتون نے اپنے مشہور اخبار ''ریاست'' میں ایک مسلم ریاست کے حکمران کے خلاف لکھا۔ دیوان سنگھ کا قلم بہت تیز تھا۔ وہ ریاستوں کے کچے چٹھے کھولتے رہتے تھے۔ اس بار ان کا شکار ایک مسلم ریاستی حکمران تھا۔ ریاست کے نواب نے دیوان سنگھ مفتون کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور اپنے کیس کی وکالت کے لئے قائد اعظم سے رجوع کرتے ہوئے بھاری رقم معاوضے کے طور پر پیش کی۔ ان کا خیال تھا کہ قومی عصبیت کے پیش نظر قائد اعظم مقدمہ کی وکالت ضرور قبول کر لیں گے لیکن قائد اعظم

نے مقدمہ لڑنے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا:

''مجھے افسوس ہے کہ میں یہ کیس نہیں لے سکتا۔ سوال مسلم یا غیر مسلم کا نہیں۔ میں کسی قیمت پر ہندوستان میں پریس کی آزادی کو دبانے کے لئے تیار نہیں۔ میں زندگی بھر پریس کی آزادی کیلئے لڑتا رہا ہوں۔ اب پریس کی آزادی کو دبانے کا مقدمہ کیسے لڑسکتا ہوں؟'' (7)

قائد اعظم کے صحافت کے حوالہ سے خیالات صرف مسلم پریس تک محدود نہ تھے بلکہ انہوں نے غیر جانبدارانہ انداز میں صحافتی فرائض انجام دینے والوں کا ساتھ دیا۔ قائد اعظم نے مسز اینی بیسنٹ کو کانگریس کا صدر بنانے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ مسز اینی بیسنٹ نے اپنی باغیانہ صحافت کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ قائد اعظم نے 1919ء میں لندن میں ایک برطانوی اخبار کے رپورٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

''اگر ہندوستان اپنے کم از کم چھ حقیقی نمائندے انگلستان بھیج دے جو لندن میں بیٹھ کر اپنے مسائل کا پروپیگنڈا کریں اور انہیں معقول مالی امداد فراہم کی جائے اور رائے عامہ کی تائید ان کی پشت پر ہو تو بہت کچھ کہا جاسکتا ہے ......تاہم یہ کام مسلسل اور مستقل بنیاد پر قائم ایسا ادارہ انجام دے سکتا ہے جس کے کارکن چند ماہ کے لئے نہ جائیں بلکہ مستقل قیام کریں۔'' (8)

1919ء میں جسٹس رولٹ کی سفارش پر امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں دو بل پیش کئے گئے جن کی رو سے جج حضرات جیوری کی مدد کے بغیر سیاسی قیدیوں پر مقدمہ چلا سکتے تھے اور صوبائی حکومتوں کو مقدمہ کے بغیر نظر بند رکھنے کے وسیع اختیارات دے دیئے گئے تھے۔ ان میں سے ایک بل اخبارات کی آزادی کو بھی محدود کرتا تھا۔ حکومت نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت حاصل اختیارات کے ذریعے دونوں بل منظور کرنے کا فیصلہ کیا۔ قائد اعظم نے ان بلوں کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ان بلوں پر اپنے اعتراضات درج کرتے ہوئے کہا:

''آپ کو یہ بتانا میرا فرض ہے کہ اگر یہ قوانین منظور کئے گئے تو ملک کے کونے کونے میں بے اطمینانی اور احتجاج کی ایسی فضا پھیل جائے گی جو آپ نے کبھی بھی نہ دیکھی ہوگی۔ میری بات پر یقین کیجئے اس کے نتائج بے حد خوف ناک ہوں گے۔''(9)

وائسرائے کے نام 28مارچ1919 کو لیجسلیٹو کونسل کی ممبرشپ سے استعفیٰ دیتے ہوئے ، جو سخت زبان استعمال کی اس سے قائداعظم کو عوام کے بنیادی حقوق اور حفاظت کی آزادی کا خیال ظاہر ہوتا ہے۔ اور خط میں حکومت کو ان اصولوں کی بے دردی سے ''پامالی کا مجرم ٹھہرایا'' جن کے لئے برطانیہ نے عالمی جنگ لڑی تھی ۔ اور خوفناک نتائج کی صورت میں 13اپریل 1979ء کو جلیانوالہ باغ کا سانحہ پیش آیا۔ (10)

1930ء کے عشرہ میں مسلم پریس کی حالت کچھ بہتر نہ تھی۔ ہندو اور انگریزی اخبارات مسلمانوں کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف تھے۔مگر جواب دینے کے لئے مسلمانوں کا کوئی اعلیٰ پائے کا انگریزی اخبار نہ تھا۔واحد انگریزی اخبار ''مسلم آوٹ لک'' تھا جو لاہور سے 1922ء میں شائع ہوا 1936ء میں بند ہوگیا تھا۔ بقول ڈاکٹر عبدالسلام خورشید:

''بڑے بڑے اینگلوانڈین اخبار''سول اینڈ ملٹری گزٹ''،''سٹیٹس مین''،''ٹائمز آف انڈیا'' اور ''پاینئر'' موجود تھے۔مگر وہ بھی مسلمانوں کا زاویہ نگاہ پیش کرنے میں سستی سے کام لیتے تھے۔ گویا مسلم لیگ کے لئے کوئی ایسی صورت نہیں تھی کہ اس کے خیالات حکمران طبقے اور تعلیم یافتہ افراد تک پہنچیں۔ قائداعظم اس صورتحال سے بخوبی آگاہ تھے۔ 1930ء کے عشرہ میں ان کا بیشتر وقت اور زورِ بیان اس پروپیگنڈہ کے خلاف جدوجہد کرنے میں صرف ہوا۔ جو عوام کو حقائق سے روشناس نہ کرتا تھا۔ 1935ء اور 1936ء کے عرصہ کی ان تقریروں کا تجزیہ کیا جائے تو وہ پروپیگنڈہ کے خلاف ایک مسلسل مہم محسوس ہوتا ہے۔''(11)

محمد علی جناح کو سیاسی محاذ کے ساتھ ساتھ صحافتی محاذ پر بھی جنگ لڑنا پڑتی تھی۔ ایک طرف مسلم اخبارات کی کمی تھی۔ دوسری طرف ہندو اخبارات کی اکثریت منفی پروپیگنڈہ کررہی تھی۔ انگریزی

اخبار ''سٹیٹس مین'' نے جنوری 1935ء کی اشاعت میں قائد اعظم پر نسلی منافرت کا الزام لگایا جس کے جواب میں قائد اعظم نے 7 جنوری 1935ء کو قانون ساز اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''میں نے کبھی نسلی منافرت کی حمائت نہیں کی۔ ''سٹیٹس مین'' اخبار نے اس معاملہ میں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ یہ جھوٹ، بہتان اور یہ الزام تراشیاں کسی بھی اخبار کے شایانِ شان نہیں۔'' (12)

قائد اعظم محمد علی جناح نے انگریزی اخبار ''سٹیٹس مین'' کی اس روش پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے مزید کہا:

''اتنے پائے کے اخبار نے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے''۔ (13)

قائد اعظم محمد علی جناح اخبارات کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ 1936ء سے قبل برصغیر میں ایک مستحکم مسلم پریس کا وجود نہ تھا۔ قائداعظم کو مسلمانوں کی اس کمزوری کا بخوبی احساس تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ صحافت کے عملی میدان میں آئے۔ لاہور سے روزنامہ ''احسان'' اور ''زمیندار'' صرف دو ایسے اخبارات تھے جو مسلم لیگ کے سو فیصد حامی تھے۔ ''انقلاب'' سر سکندر حیات کی ایماء پر مسلم لیگ کی حمائت کررہا تھا۔ جب سر سکندر نے مسلم لیگ سے آنکھیں پھیر لیں تو ''انقلاب'' نے بھی اپنی پالیسی بدل دی۔ اس وقت پنجاب میں مسلم لیگ کا پریس مضبوط نہیں تھا۔ اس کے برعکس کانگریس کے پاس ''ٹریبون'' اور ایک حد تک ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' جیسے مضبوط اور مؤثر اخبارات تھے اور اردو کے محاذ پر ''پرتاپ'' (1919-لاہور)، ''بندے ماترم'' (1920)، ''تیج'' (1922 دہلی)، ''ملاپ'' (1923-لاہور)، ''ویر بھارت'' (1928) ''ہندو'' (1935-لاہور)، ''بھارت'' (1942) اور کئی دوسرے اخبارات تھے جو معیار کے لحاظ سے ''زمیندار (1906)، ''احسان'' (1934) کے پائے کے نہ تھے لیکن ان کی عددی حیثیت تھی اور یہ عددی حیثیت پروپیگنڈہ کے ماہروں کے لئے ایک طاقت ور حربہ تھی۔ قائد اعظم کی کوششوں سے کلکتہ سے ''سٹار آف انڈیا'' کے نام سے مسلم لیگ کا پہلا انگریزی اخبار نکالا گیا۔ اس اخبار نے مسلمانوں کے حق خوداختیاری، جداگانہ طریق انتخاب اور

دوسرے مسائل کی ڈٹ کر ترجمانی کی۔ یو پی، بہار اور بنگال میں ''سٹار آف انڈیا'' اخبار نے مسلم لیگ کے مقاصد کی ترجمانی کی اور کانگریس کے مسلم دشمن عزائم کی حقیقت واشگاف کر کے مسلم لیگ کے پروگرام کو باشعور طبقہ میں متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔ قائداعظم اس اخبار کی جرات مندانہ حکمت عملی سے بڑے خوش تھے۔ محدود وسائل کے سبب اس اخبار کو ملک گیر حیثیت حاصل نہ تھی اور نہ یہ اخبار ''سٹیٹس مین'' اور ''ٹائمز آف انڈیا'' کے معیار کا تھا۔

قائداعظم محمد علی جناح کو سخت افسوس تھا کہ مسلمانوں میں اول تو ہندوؤں اور اینگلو انڈین کے پائے کے صحافی نہیں اور اگر چند ایک تھے تو وہ بھی کانگریس کی آغوش میں تھے۔ آخرکار ایک طویل عرصے کے انتظار کے بعد الطاف حسین کی ادارت میں 1942ء میں دہلی سے روزنامہ ''ڈان'' کا اجرا ہوا۔اور اس کے آغاز کے ساتھ ہی اردو اخبارات بھی تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کرنے لگے۔ اردو اخبارات اور اس سے وابستہ صحافیوں نے بھی پاکستان کی تحریک کے لئے انتھک جدوجہد کی۔ اگر تحریک پاکستان کا پروپیگنڈہ کرنے والا پریس نہ ہوتا تو پروپیگنڈہ کی جنگ میں کانگریس اور انگریز کو شکست دینا ناممکن تھا۔ مسلمان صحافیوں نے قیام پاکستان کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا اور جس بے جگری کے ساتھ انہوں نے پاکستان کی جنگ لڑی اس کا اعتراف قائداعظم نے بھی کیا۔

جناح برطانیہ کے اخبارات سے بھی شاکی تھے۔ انہوں نے بارہا کہا کہ برطانوی اخبارات نے ہندوستانی سیاست کے متعلق صحیح صورتحال معلوم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ انگریز سرکار کی پالیسی کو برصغیر کے عوام پر مسلط کرنے کی کوشش میں عمل پیرا رہے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے اور فیصلہ کن لمحے بار بار آ رہے تھے۔ اس دوران ہندو پروپیگنڈہ بھی عروج پر تھا۔ قائداعظم بسا اوقات اس پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے تھے۔ قائداعظم نے 9 نومبر 1942ء کو کہا کہ مسلم لیگ کونسل اس پروپیگنڈہ سے ہوشیار رہے جو مسلم لیگ کو بدنام کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ کبھی انہیں ہندوستان میں برٹش امپیریل ازم کا اتحادی قرار دیا جاتا ہے اور کبھی جمہوریت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والا کہا جاتا ہے۔ قائداعظم نے مزید کہا کہ آج کل پروپیگنڈہ

کیلئے ایسے مکروہ طریقے نکل آئے ہیں کہ اچھے بھلے سمجھدار آدمیوں کو گمراہ کردیتے ہیں۔(14)

جناح نے 4 جون 1943ء کو کراچی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ہندو اخبارات کے اس گھناؤنے طرزِ عمل کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ جس میں اپریل 1943ء میں مسلم لیگ سے اپنے اس خطاب کے اقتباسات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:

''اخبارات کے ایک گروہ نے میری اپریل کی تقریر کو توڑ مروڑ کر اتنا مسخ کردیا کہ اب مجھے یہ خیال ہورہا ہے کہ ہندو پریس کسی ایسے شخص کے ساتھ انصاف اور رواداری کے ساتھ پیش نہیں آئے گا جو کانگریس اور مسٹر گاندھی کے سامنے مکمل طور پر ہتھیار نہ ڈال دے۔ میں کہتا ہوں کہ تم اس توڑ مروڑ کے ذریعے اجالے کو اندھیرے میں تبدیل نہیں کرسکتے۔''(15)

قائد اعظم محمد علی جناح نے کانگریسی حمائت پریس کے حوالہ سے 28 ستمبر 1943ء کو اخباری بیان جاری کرتے ہوئے کہا:

''مجھے سخت افسوس ہوا ہے کہ کانگریسی اخبار اپنی روائت کے مطابق نہ صرف سستے نعروں کے ذریعے عوام کو غلط طور پر متاثر کرنے کی کوشش کررہے ہیں بلکہ میری تقریروں اور بیانات میں سے کچھ پیراگراف اس طرح نکال لیتے ہیں کہ سیاق و سباق کے بغیر ان کا مطلب کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ میری تقریروں سے اہم الفاظ حذف کردیئے جاتے ہیں۔ اس قسم کی کاروائی کو گمراہ کن پروپیگنڈا بازی تو کہا جاسکتا ہے اخبار نویسی ہرگز نہیں۔''(16)

قائد اعظم کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ صحافیوں کے ساتھ ان کے خوشگوار تعلقات رہیں۔ وہ صحافیوں کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان کے نزدیک صحافت کو کسی ملک کی ترقی میں اہم حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس ضمن میں وہ فرماتے ہیں کہ پاکستان کی تشکیل میں مسلم صحافت نے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ لیکن اس دوران ہندو صحافت کا کردار انتہائی قابل اعتراض ہے۔ ہندو صحافت اور اس سے وابستہ صحافیوں نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے مقاصد کو نقصان پہنچانے کے لئے گھٹیا

سے گھٹیا انداز اختیار کیئے۔ قائداعظم نے 23 مئی 1944ء کو کشمیری صحافیوں سے ملاقات کے دوران کہا کہ صحافت ایک بہت بڑی قوت ہے۔ یہ فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے اور نقصان بھی۔ اگر یہ ٹھیک نہج پر ہو تو رائے عامہ کی رہنمائی کر سکتی ہے۔

انگریزی اخبار ''ڈان'' نے مسلمانانِ برصغیر کا نقطہ نظر واضح کرنے کیلئے بیش قیمت خدمات سرانجام دیں۔ ''ڈان'' کے بعد لاہور سے حمید نظامی کی ادارت میں 1944ء میں ''نوائے وقت'' روزنامہ کی صورت میں باقاعدگی سے شائع ہونا شروع ہوا تو مسلمانوں کے نقطہ نظر کی اشاعت زیادہ بہتر طور پر ہونے لگی۔ بہار کے مسلمانوں نے ''اورئینٹ پریس آف انڈیا'' کے نام سے ایک مسلم خبر رساں ایجنسی بھی قائم کر لی اور یوں مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیاں زیادہ منظم انداز میں عوام تک پہنچے لگیں۔

قائداعظم محمد علی جناح کا مزاج آئینی و جمہوری تھا۔ آپ اختیارات کی تقسیم او رحدود کا احترام کرتے تھے اور اسے دوسروں کے لئے بھی ضروری خیال کرتے تھے۔ اس اصول کا اطلاق صحافت پر بھی کرتے تھے۔ ''ڈان'' ایک لحاظ سے ان کا اپنا اخبار تھا۔ لیکن اس کے ایڈیٹر کو انہوں نے ضروری آزادی دے دی تھی۔ ''ڈان'' کے مشہور ایڈیٹر الطاف حسین کا کہنا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد میں نے ''ڈان'' کے افتتاحیہ مقالے میں آزادی رائے پر زور دیا تھا۔ چونکہ ان دنوں عنانِ اقتدار قائد اعظم کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے اس مقالے کو اشارتاً ان پر تنقید کہا جا سکتا تھا۔ ایک روز شام کو قائد اعظم سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ دورانِ گفتگو قائداعظم نے کہا میں آپ کا مضمون پڑھ چکا ہوں۔ جس پر الطاف حسین نے قائداعظم کا شکریہ ادا کیا تو قائداعظم نے الطاف حسین سے کہا:

> ''کسی بھی موضوع پر غور کیجئے اور اپنے دل میں فیصلہ کیجئے۔ اگر آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ ایک خاص نظریہ یا تنقید پیش کرنا ضروری ہے تو بالکل وہی لکھ ڈالئے جو حقیقتاً آپ نے محسوس کیا ہے۔ اپنے دل کی بات کہنے میں اس لحاظ سے پس و پیش نہ کیجئے کہ کوئی ناراض ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اپنے قائد کی ناراضگی کی پرواہ بھی نہ کیجئے۔''(17)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح کو ایڈیٹر کے منصب کا کتنا احترام تھا اور وہ ایڈیٹر سے توقع رکھتے تھے کہ وہ خود ان سے بھی اختلاف رائے سے گریز نہ کرے۔ دیانتداری، بہادری اور ایمانداری سے سوچے اور جب ایک رائے قائم کرے تو پھر بہادر آدمی کی طرح اس پر قائم رہے۔

قائد اعظم محمد علی جناح سے ایک مرتبہ آخری وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے دستِ راست صحافی دوست کیمبل جانسن نے دہلی میں قائد اعظم کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور دورانِ گفتگو کیمبل جانسن نے ''ڈان'' کے ایڈیٹر پر مسلم لیگ اور قائد اعظم کی پالیسی کے اثرانداز ہونے کی بات کی تو قائد اعظم نے برملا کہا:

> ''آپ یقین نہیں کریں گے کہ میں اس اخبار کی پالیسی میں کبھی براہ راست حائل نہیں ہوا۔ کیونکہ پالیسی کی تشکیل و ترتیب ایڈیٹر کا حق ہے اور یہ چیز اس کے دائرہ اختیار میں آتی ہے۔ میں اس سے خوب واقف ہوں۔''(18)

قائد اعظم نے ''ڈان'' کے اجراء کے سلسلہ میں جس جوش وخروش کا اظہار کیا۔ اس سے ان کے نزدیک اس معاملہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ''ڈان'' کے اجرا کیلئے چندہ جمع کرنے کیلئے قائد اعظم محمد علی جناح نے غیرمعمولی کوششیں کی۔ ''ڈان'' اگرچہ قائد اعظم کا اپنا اخبار تھا، لیکن وہ اس کے ایڈیٹر کے کام میں بے جا مداخلت پسند نہیں کرتے تھے۔ 15 نومبر 1946ء کو قائد اعظم نے دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں ''ڈان'' کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں کہا:

> ''اکثر کہا جاتا ہے کہ ''ڈان'' میرا اخبار ہے اور کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''ڈان'' میں سب کچھ میرے کہنے پر یا مسلم لیگ کی ہدایت کے مطابق لکھا جاتا ہے۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ''ڈان'' مسلم لیگ کی پالیسی پر چلتا ہے لیکن یہ ایک ٹرسٹ ہے مسلم لیگ کی ملکیت نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ٹرسٹی کی حیثیت سے ٹرسٹ کا انتظام کرتا ہوں۔ لیکن

> میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ٹرسٹی کی حیثیت سے یا کسی اور حیثیت سے میں نے کبھی ایڈیٹر کے کام میں مداخلت نہیں کی۔ بہرحال اگر یہ اخبار مسلم لیگ کی پالیسی سے بنیادی طور پر انحراف کرے تو ایسی صورت میں قدرتی طور پر مداخلت کروں گا۔'' (19)

برطانیہ کی سیاسی جماعتوں نے باقاعدہ اطلاعات کے شعبے قائم کرر کھے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے قائد اعظم محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کا شعبہ اطلاعات قائم کیا۔ یہ شعبہ 1946ء کے انتخابات سے قبل قائم کیا گیا تھا۔ اس شعبہ کی کارکردگی سے پریشان ہو کر بعد ازاں کانگریس نے بھی اپنا شعبہ اطلاعات قائم کردیا تھا۔ مسلم لیگ کے شعبہ اطلاعات نے مسلم رائے عامہ کی بیداری میں زبردست کردار ادا کیا۔ اس کے انچارج قاضی محمد عیسیٰ تھے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد قائد اعظم محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ نیوز پیپرز ایڈیٹرز کانفرنس کے قیام کی ہدایت کی۔ اس ادارے کا قیام 1947ء میں عمل میں آ گیا تھا۔

صحافیوں کو بے باک صداقت کی ہدایت کے حوالہ سے قائد اعظم محمد علی جناح کا تاریخی واقعہ رقم کرتے ہوئے محمد سعید راشد لکھتے ہیں:

> '' اپریل 1947ء میں دہلی میں ہندوستان کے مسلم اخبارات کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ نواب زادہ لیاقت علی خان نے اس کانفرنس کے مندوبین کے اعزاز میں ایک دعوت دی۔ قائد اعظم اس میں مہمانِ خصوصی تھے۔ ایک صحافی نے کہا کہ آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں کوئی پیغام دیں۔ قائد اعظم نے مسکرا کر کہا کہ آپ لوگ اپنے کام کو اچھی طرح کررہے ہیں۔ ایک دوسرے صحافی نے کہا کہ اس مرحلہ پرآپ کی رہنمائی کی خصوصی ضرورت ہے تو قائد اعظم نے (مخصوص انداز میں انگلی اٹھا کر کہا) قلم ایک زبردست قوت ہے۔ جس کے آپ لوگ امین ہیں۔ اس قوت سے صحیح کام لیں۔ خوف اور لالچ سے بے نیاز ہو کر قومی جذبات کی ترجمانی کریں تو آپ قوم کی تقدیر بدل سکتے ہیں لیکن اگر آپ خود گمراہ ہو جائیں تو قلم کی قوت ہی قوم کو گمراہ کردے گی۔ (چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اور

ہر لفظ پر زور دے کر کہا) اپنے اندر یہ بات پیدا کیجئے کہ آپ کے مخالف بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ اس شخص کو خریدا نہیں جا سکتا۔''(20)

''سندھ آبزرور کے مدیر پوتھن نے کراچی میں جنوری1948ء کے فسادات پر شرانگیز اداریئے تحریر کئے جن میں حکام کو اکثریتی فرقے کی حمایت کرنے کا مجرم ٹھہرایا گیا۔ جب یہ معاملہ گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح کے علم میں لایا گیا تو آپ نے جواب دیا ''اخبار کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے۔ دوسرے اخبار و ایڈیٹر کی بات کا مناسب جواب دینے کا موقع دیا جائے۔''(21)

اسی طرح 1949ء میں وزیر اعلیٰ سندھ ایوب کھوڑو نے عدالت کے سامنے شہادت دی کہ وہ مقدمہ چلائے بغیر نظر بندی کا اختیار دینے والے آرڈیننس کا مسودہ لے کر دستخط کرانے کیلئے گورنر جنرل محمد علی جناح کے پاس گئے تھے۔ قائداعظم نے برہمی سے انہیں جواب دیا کہ''

''میں ساری زندگی ان سیاہ قوانین کے خلاف جنگ کرتا ہوں اور اب مجھ سے اس پر دستخط کرانا چاہتے ہو نہیں میں اپنے موقف پر قائم رہوں گا۔''(22)

تحریک پاکستان کی جدوجہد جہاں عوام میں مقبول ہورہی تھی وہاں ذرائع ابلاغ انتہائی اہم کردار ادا کررہے تھے۔ جن پر قائد اعظم نظر رکھے ہوئے تھے۔ جب بھی مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، معاشی، اخلاقی اور تعلیمی مقاصد کو نقصان پہنچانے کے لئے پروپیگنڈہ کیا جاتا تھا۔ قائد اعظم اس کا جواب فوراً دیتے تھے۔ قائد اعظم اس تمام عرصہ کے دوران جاری ہونے والے بیانات کے بارے میں بہت زیادہ محتاط رہتے تھے۔

قائد اعظم کے نزدیک صحافی کسی بھی قوم کے افراد کی تعمیری سوچوں کے فروغ میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ تہہ دل سے صحافیوں کا احترام کرنا فرض سمجھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ اولمپک کھیلوں کے افتتاح کے موقع پر پشاور میں 12اپریل 1948ء کا ایک واقعہ رقم کرتے ہوئے اقبال احمد صدیقی لکھتے ہیں۔

''قائداعظم پشاور پولیس گراؤنڈ میں فٹ بال میچ دیکھنے آئے۔ گاڑی سے نکلتے ہی دو قدم کے فاصلے پر رک گئے اور آئی جی پولیس سے پوچھا کہ پریس کہاں ہے۔ آئی جی نے کہا کہ پتہ نہیں۔ قائداعظم نے کہا کہ انہیں دیکھو اور ڈھونڈ کر لاؤ۔ آئی جی پولیس صحافیوں کو بلا کر لائے تو قائداعظم نے آئی جی سے کہا کہ دیکھو یہ لوگ تمہارے ملازم نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی معاوضہ لیتے ہیں۔ باوجود اس کے پھر بھی تمہاری خبریں دیتے ہیں۔ یہ حماقت ہے کہ تم ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ تمہاری اپروچ درست نہیں ہے۔''(23)

صحافت سے متعلق قائداعظم محمد علی جناح کے خیالات و افکار اور طرزِ عمل آج کے دور میں بھی رہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد خاصی امید تھی کہ پاکستانی صحافت کی نشوونما انہی خطوط پر ہوگی مگر ایسا ہو نہ سکا۔ چونکہ صحافت کو معاشرتی، سیاسی اور معاشی تبدیلیوں سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے جب بھی ملک سیاسی عدم استحکام کا شکار ہوا صحافت بھی اس سے متاثر ہوئی۔ ملک کے حکمرانوں نے مختلف ادوار میں اپنی اجارہ داری کے لئے صحافت پر پابندیاں لگائیں۔ آزادی کے بعد ابتدائی چند سالوں میں صحافت قدرے آزادی سے کام کرتی رہی ۔ قائداعظم آزادی صحافت پر کامل یقین رکھتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق

''صحافت کے ذریعے کسی بھی قوم کو کسی بھی ڈگر پر ڈالا جاسکتا ہے۔ صحافت ایک آلہ کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔ ذرائع ابلاغ خصوصاً اخبارات کے حوالہ سے وہ ایک ایسی پالیسی تشکیل دینا چاہتے تھے جو نظریاتی بنیادوں پر ہو۔''(24)

آج جبکہ قائداعظم ہم میں نہیں ہیں ان کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ رہے گی اور صحافت سے متعلق ان کا طرزِ عمل ہمارے لئے مشعلِ راہ رہے گا۔

حوالہ جات

1۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر صحافت پاک و ہند میں، مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور
سن اشاعت ندارد، ص، 264۔

2۔ ایضاً ص، 265۔

3۔ محمد اسلم ڈوگر جدید صحافت، ترتیب پبلشرز، میاں مارکیٹ، لاہور،
سن اشاعت ندارد، ص، 219۔

4۔ اقبال احمد صدیقی قائداعظم، تقاریر و بیانات،
جلد اول، بزم اقبال، لاہور، 1995ء، ص، 51۔

5۔ ایضاً ص، 117۔

6۔ ایضاً ص، 118۔

7۔ محمد سعید راشد گفتار و کردارِ قائداعظم جلد اول، مکتبہ میری لائبریری، لاہور 2،
اکتوبر 1982ء، ص، 85-84۔

8۔ احمد، سعید، قائداعظم مسلم پریس کی نظر میں قائداعظم اکادمی، کراچی،
1981ء ص، 13۔

9۔ ایضاً ص 253

10۔ ضمیر نیازیؔ پابہ زنجیر صحافت کراچی ص 211۔

11۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، صحافت پاکستان و ہند میں مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور
سن اشاعت ندارد، ص، 252۔

12۔ اقبال احمد صدیقی، قائداعظم، تقاریر و بیانات جلد دوم، بزم اقبال، لاہور،
1997ء ص، 29-28۔

13۔ ایضاً ص، 30۔

14۔ (i) رئیس احمد جعفری خطباتِ قائداعظم مقبول اکیڈمی، لاہور، سن اشاعت ندارد، ص، 367۔

(ii) اقبال احمد صدیقی، قائداعظم، تقاریر و بیانات جلد سوم، بزم اقبال، لاہور، 1998ء، ص، 107۔

15۔ وحید احمد قائداعظم محمد علی جناح جلد سوم، قائداعظم اکیڈمی کراچی 1997ء ص 220۔

The Nation's Voice

(ii) اقبال احمد صدیقی، قائداعظم، تقاریر و بیانات،

جلد سوم، بزم اقبال، لاہور، 1998ء

ص، 184-185۔

16۔ اقبال احمد صدیقی، قائداعظم، تقاریر و بیانات جلد سوم، بزم اقبال، لاہور، 1998ء، ص، 183۔

17۔ محمد سعید راشد گفتار و کردارِ قائداعظم جلد اول، مکتبہ میری لائبریری، لاہور 2، اکتوبر 1982ء، ص، 334-335۔

18۔ ایضاً ص، 331

19۔ اقبال احمد صدیقی قائداعظم، تقاریر و بیانات، جلد چہارم، بزم اقبال، لاہور 1998ء، ص، 253۔

20۔ ماہنامہ نوائے انسان شمارہ نمبر 11-12، نومبر دسمبر 1998ء جنوری 1999ء لاہور ص 21

21۔ ایضاً صفحہ نمبر 21

22۔ محمد سعید راشد گفتار و کردارِ قائداعظم جلد اول، مکتبہ میری لائبریری، لاہور 2، اکتوبر 1982ء، ص، 332-333۔

23۔ اقبال احمد صدیقی قائداعظم، تقاریر و بیانات، جلد سوم، بزم اقبال، لاہور، 1998ء ص، 467۔

24۔ محترمہ فاطمہ جناح میرا بھائی قائداعظم اکیڈمی کراچی۔ 1987ء ص 321

صحافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی لکھنا یا تحریر کرنا ہے اصطلاحاً اس کے معنی کتابت کے ہیں کسی زمانے میں صحافی کو کاتب کہتے تھے۔ قدیم زمانے میں صحف، صحیفہ اور صحائف ایسے الفاظ مقدس تحریروں (آسمانی کتب) کے لئے مخصوص تھے۔ پھر انھیں اعلیٰ ادبی، علمی اور فلسفیانہ تحریروں (یا کتب) کے لئے بھی استعمال کیا جانے لگا۔ البتہ صحافت بمعنی کتابت اور صحافی بمعنی کاتب کے لئے ہی استعمال ہوتا رہا۔ مغرب میں جب اخبارات و جرائد کی طباعت و اشاعت کا آغاز ہوا اور اخبار نویسی یا جریدہ نگاری کیلئے جرنلزم کی اصطلاح اختیار کی گئی تو عربی اور اردو میں صحافت کا لفظ انگریزی لفظ جرنلزم کے مترادف قرار پایا اور اخبارات وجرائد کی تحریروتدوین کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اخبار صحافت کی بنیادی تشریح ہے۔ لیکن وقفوں سے سلسلہ وار شائع ہونے والی مطبوعات کی تیاری سے متعلق مختلف امور اور طور طریقوں کو بھی صحافتی Journalistic قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا خبروں کی فراہمی و رسانی اخبارات و جرائد کے کاروبار کا انتظام اور تشہیر کے تمام مراحل بالعموم صحافت کے مختلف شعبے تصور کئے جاتے ہیں۔ (1)

جہاں تک اخبارات کے آغاز و ارتقاء کا تعلق ہے اس ضمن میں کہا جاسکتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں چین میں کاغذ ایجاد ہوا شروع شروع میں پارچات پر لکھائی کی جاتی تھی۔ جہاں تک قدیم تحریروں کا تعلق ہے ان میں صرف علامات ہوا کرتی تھیں اور انسان صرف تصاویر بنا کر ایک دوسرے تک پیغام رسانی کا کام کیا کرتا تھا۔ جبکہ 1440ء میں گیوٹن برگ نے پرنٹنگ پریس ایجاد کیا تو اخبار کا باقاعدہ سلسلہ بہت زیادہ وسیع ہوگیا۔ (2)

برصغیر پاک و ہند میں 1830ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے سرکاری زبان فارسی کی جگہ اردو قرار دی۔ اس وقت اردو بولنے اولوں کی تعداد فارسی بولنے والوں کی تعداد کے برابر تھی۔ اس لئے فارسی زبان کے علاوہ اردو میں بھی اخبارات شائع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اردو کا سب سے پہلا اخبار ''جامِ جہاں نما'' کلکتہ سے جون 1822ء سے 1838ء تک شائع ہوتا رہا۔ جبکہ دہلی سے مولوی

محمد باقر نے 1836ء میں ''دہلی اردو اخبار'' کے نام سے ایک اخبار نکالا ۔ اسی طرح '' سیدالاخبار'' (1834) ''مظہر الحق'' (1843) ''کوہ نور'' (1850) ''ریاض الاخبار'' (1852) کے علاوہ اور بھی بہت سے اخبارات کا باقاعدہ اجرا ہوگیا تھا۔

1۔ ادیب، ہمایوں، صحافت پاکستان میں، جلد اول، عزیز پبلشرز، اردو بازار، لاہور، 1984ء، ص، 12-11۔

2۔ نیازی، لیاقت علی خان، ڈاکٹر، اسلام کا قانون صحافت، بک ٹاک، میاں چیمبرز، 3 ٹیمپل روڈ، لاہور، 1995، ص، 40۔